قصیدہ در مدح

امام حسن عسکری علیہ السلام

علامہ سید کلب احمد ماتیؔ جائسی

دل بشر اگر چہ جی کا مستقل عذاب ہے
وجود کے نظام کا مگر یہ آفتاب ہے

طوافِ شمسِ دل میں ہے تمام کائنات جاں
نظام بھر میں ہر طرف کھچی ہوئی طناب ہے

جو کچھ جہانِ زیست میں ہے دل کے زیر حکم ہے
یہ مملکت پناہ ہے، یہ سلطنت مآب ہے

ہے کون ملکِ جسم میں جو دل کی ہم سری کرے
یہ اپنی خود مثال ہے یہ اپنا خود جواب ہے

تاثرات دل ہی پر ہیں منحصر خوشی و غم
ملول ہو جو دل تو پھر خوشی کا سدّ باب ہے

یہ انبساط کچھ نہیں، یہ انقباض کچھ نہیں
یہ ہیں تغیراتِ دل، یہ دل کا انقلاب ہے

کرشمۂ ادائے دل نتیجۂ رضائے دل
سرور ہے، ملال ہے، سکوں ہے، اضطراب ہے

دوراہے پر ہے آدمی، نعیم خلد اک طرف
اور اک طرف بلائے جاں جحیم کا عذاب ہے

دل بشر ہے مقتدر بہ آمریت و شہی
اسی پہ انحصارِ اختیار و اجتناب ہے

مگر ہے عقل رہ نما، بتاتی ہے قدم قدم
یہ راستہ گناہ کا وہ جادۂ ثواب ہے

خطا سے پھر بھی پاک تو نہیں ہے عقل آدمی
ہمیشہ حکمِ عقل کب مفسر صواب ہے

اسی لئے تھے انبیاء، اسی لئے تھے اوصیاء
ہدایت اس کا کام ہے جو عصمت انتساب ہے

اسی لئے تو بوالبشر سے تا بہ ختم مرسلیں
وہ نور اہتدا کا ہے کہ ماند آفتاب ہے

نبیؐ کے بارہ اوصیا بحکمِ محکمِ خدا
ہر اک وصیِ مصطفیؐ مثیلِ بوتراب ہے

محمدؐ ان میں سب کے سب بقول سید العرب
کسی کا ذکر بھی ہو اب ثواب ہی ثواب ہے

مگر مرادِ دل یہ ہے کہ آج اس کا وصف ہو
جو شاہ عسکریؑ لقب امامِ شیخ و شباب ہے

یہ مطلع منیر اک امامِ دیں کی شان میں
بساطِ عجزِ مدح کی متاعِ لاجواب ہے

مطلع

حسنؑ کے سلبِ پاک سے عیاں وہ آفتاب ہے
جو حشر تک بفضلِ حق ضیا سے بہرہ یاب ہے

قطعہ

پرندوں کے ہجوم میں ورود ان کا دیکھیے
انھیں نہ کچھ ہراس ہے نہ ذرہ اضطراب ہے

پلنگ و شیر و گرگ سب ہیں جمع گرد شاہ دیں
سر ان کے اور پائے شہ یہ جذب و انجذاب ہے

جو ابر بھی فلک پہ ہے تو بارش ابر سے نہیں　قطعہ　تمام اہل ملک پر مسلط اک عذاب ہے
یہ حال باغداد تھا کہ ایک راہب آگیا　　وہ جس کی ظاہری دعا مسبّب سحاب ہے
تزلزلِ عقیدہ میں عوام مبتلا ہوئے　　کشادہ بہر مسلمیں مسیحیت کا باب ہے
خلیفہ بھی ہے مضطرب، یہ رنگ عجز ہے کہ اب　　درِ امامِ پاک پر سرِ جنوں مآب ہے
یہ شانِ شاہِ دیں نہ تھی کہ دیکھ سکتے گم رہی　　یہاں تو کار زندگی ہدایت ثواب ہے
امام اور عوام سب برونِ شہر آگئے　　وہ شخص بھی یہیں ہے جو بنائے اضطراب ہے
وہ اس کے ہاتھ، وہ لب ہلے، وہ بادل آگیا　　یہ واقعی دعا ہے یا فسونِ مستجاب ہے
کسی نبی کی استخواں ہے انگلیوں کے جوف میں　　اور اس سے محض بے خبر ہر ایک شیخ و شاب ہے
ہوا یہ حکم شاہِ دیں کہ لے لو اس کے ہاتھ سے　　وہ شئے اثر سے جس کے یہ نمائش سحاب ہے
عمل جو حکم پر کیا تو ابر سب ہَوا ہوا　　یہ راہب اب کرے تو کیا عجیب پیچ و تاب ہے
دوگانہ پڑھ کے شاہ نے دعا جو اپنے رب سے کی　　گھٹا یہ برسی جھوم کر کہ دشت زیرِ آب ہے
نہ کیوں دعا میں ہو اثر، یہ ہے امامِ بحر و بر　　یہ ہے رسولؐ کا پسر، یہ ابن بوتراب ہے
یہ مطلع جدید ہے بہ عرضِ حال و مدعا　　ہے عسکریؑ سے التجا، امام سے خطاب ہے
شہ زمن حیات اب مسلسل اضطراب ہے　مطلع　سکوں کی بات اک فقط امید انقلاب ہے
تمھارے نورِ دیدہ کی ضرورت ہے اب دہر میں　　تمھیں تو علم ہے شہا کہ سب جہاں خراب ہے
میں عہد ان کا دیکھ لوں یہی ہے آرزوئے دل　　عقوبتِ گنہ کا ڈر نہ خوفِ احتساب ہے

فزوں ہے گو شمار سے، گناہِ ماتیؔ حزیں
مگر تمھارے عفو کا، یقین بے حساب ہے

سامانِ عسکری

تذہیبؔ نگروروی

کب کم ہے ہم غلاموں پہ احسانِ عسکریؑ
آزاد موت سے ہیں غلامانِ عسکریؑ
قرآن ان کے ساتھ ہے یہ اہلبیتؑ ہیں
اللہ کی کتاب ہے سامانِ عسکریؑ

رباعی

حضرت نجمؔ آفندی طاب ثراہ

کس برتے پہ تو حیدری کہلاتا ہے
اپنی ہستی میں کیا خاک جھلک پاتا ہے
تیرا دل بھی نہیں تیرے بس میں
مغرب سے وہ آفتاب پلٹاتا ہے